مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۴ (یتیم پوتے وغیرہ کی میراث) اسلامی احکام کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

Muslim Family Law ordinance section 4,inheritance of grandson in the light of Islamic teachings

ڈاکٹر انعام اللہ[1]

Abstract

Issues of inheritance have been thoroughly maintained in the Holy Quran and Sunnah.As per these injunctions, the principle of AL’Aqrab fal’aqrab “the closest in kin” is to be observed. According to these principles, grandchildren, even though orphaned, have no right to inherit grandfather in the presence of direct children. On the other hand, section 4 of Muslim Family Laws, 1961 grants a share to orphaned grandchildren from the inheritance of his grandfather. Whereas, as per the constitution, no law can be enacted which is repugnant to the injunctions of the Holy Quran and Sunnah, now, whether the above mentioned section is in conformity with the injunctions of the Holy Quran and Sunnah or not is to be treated properly. If not, so from which perspective, it is repugnant to the Islamic Injunctions? These questions have been analysed critically in this paper and finally it has been concluded that section 4 of Muslim Family Laws Ordinance, 1961 contrasts with the injunctions as laid down in the Holy Quran and Sunnah.

Key words:*Holy Quran,Aqrab,Laws,Section,Family,Ordinance.*

اسلامی معاشی نظام کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ سرمایہ اور ذرائع سرمایہ گردش میں رہیں، اور معاشرے کے تمام افراد استحقاق کی بنیاد پر اپنا اپنا حصہ حاصل کریں، اسلامی احکام میراث میں یہی فلسفہ کارفرما ہے۔ احکام میراث کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ دیگر احکام کے برعکس ان احکام کے جزئیات تک قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں، تاہم اصولی طور پر قرآن مجید میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ میراث کے استحقاق کا دارومدار قرابت پر ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾[1]

---

[1] چیف ریسرچ آفیسر / ڈائریکٹر جنرل (ریسرچ) اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد

نیز ارشاد ہے:

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾[2]

مزید بر آں! دو اور باتوں کا بھی اہتمام کیا گیا ہے، ایک یہ کہ ذوی الفروض کے حصے مقرر کر دیے گئے ہیں، تا کہ ان میں سے کوئی وارث محروم نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ عصبات کی درجہ بندی کی گئی ہے، تا کہ اقرب کا حق ابعد پر مقدم ہو۔ غرض یہ کہ زمانہ جاہلیت میں انسانوں کے بنائے گئے ظالمانہ قوانین کے برعکس انصاف پر مبنی ایک جامع نظام میراث انسانیت کو فراہم کیا گیا جس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ معاشرے کے کمزور افراد وطبقات، بالخصوص خواتین اور بچوں کے حق میراث کا تحفظ کیا گیا۔

اسلامی احکام میراث میں اولاد کو فی الجملہ عصبات کے درجے میں رکھا گیا ہے اور عصبات کے لیے اقرب فالاقرب کا اصول وضع کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قریبی عصبہ کی موجودگی میں بعیدی عصبہ کو میراث نہیں ملے گی۔ یعنی صلبی اولاد کی موجودگی میں پوتے وغیرہ میراث کا استحقاق نہیں رکھتے اگرچہ وہ یتیم ہوں۔ تاہم جب پاکستان میں مسلم آرڈیننس ۱۹۶۱ء فیملی لاء کا نفاذ کیا گیا، تو اس قانون کی دفعہ ۴ میں یتیم پوتے وغیرہ کو میراث کا مستحق قرار دیا گیا۔ اس وقت علماء اور دینی علوم کے ماہرین کی طرف اس پر بڑی تنقید کی گئی، اور اس دفعہ کو ختم کرنے کا پرزور مطالبہ کیا گیا۔ لیکن یہ دفعہ ابھی تک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے، اور قانون کا حصہ ہے۔

زیر نظر مضمون میں مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۴ کا قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں اس حوالے سے جائزہ لیا گیا ہے کہ اس دفعہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ دفعہ شرعی احکام کے مطابق ہے؟ یا شرعی احکام سے متصادم؟ اگر متصادم ہے تو کون سے اصول واحکام سے متصادم ہے؟ اور کن پہلوؤں سے؟ ذیل کے سطور میں ان سوالات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

"دفعہ نمبر ۴"—وراثت کا متن:

"اگر وراثت کے شروع ہونے سے پہلے مورث کے کسی لڑکے یا لڑکی کی موت واقع ہو جائے تو ایسے لڑکے یا لڑکی کے بچوں کو (اگر کوئی ہوں) بحصہ، رسدی وہی حصہ

---

[1] سورۃ النساء ۴:۷

[2] سورۃ النساء ۴:۳۳

ملے گا جو اس لڑکے یا لڑکی کو (جیسی کہ صورت ہو) زندہ ہونے کی صورت میں ملتا۔"

"دفعہ ۴" وراثت کا تجزیہ:

اس دفعہ میں بیان کردہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ یتیم پوتے، پوتیاں، نواسے اور نواسیاں اپنے دادا/نانا کے ترکہ میں سے مطلقاً میراث کے حقدار ہیں۔ یعنی اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ صلبی اولاد (بیٹے/بیٹیاں) ہوں، اس شخص کی زندگی میں ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور وہ (مرحوم) اپنے پیچھے اولاد (بیٹے/بیٹیاں) چھوڑ جاتا ہے، جو عرف میں یتیم کہلاتے ہیں۔ یہ بچے اپنے دادا/نانا کے مال کے وارث ہوں گے۔ جب بھی دادی یا نانا کا انتقال ہو گا، ان کو دادا/نانا کے ترکہ میں سے میراث ملے گی، جس کی مقدار کا معیار ان کے (مرحوم) والد یا والدہ کا حصہ ہے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو جتنی میراث کے وہ مستحق ہوتے، وہی میراث اب ان بچوں کو ملے گی، اگرچہ ان بچوں کا چچا اور پھوپھی یا ماموں اور خالہ زندہ ہوں۔ خلاصہ یہ کہ یتیم پوتے/نواسے دادا/نانا کے ترکہ میں مطلقا میراث کے حقدار ہیں۔

شرعی نقطہ نظر اور ورثاء کے اقسام:

شریعت کے نقطہ نظر سے اس دفعہ کی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ شریعت کے احکام میراث کے مطابق ہے؟ یا متصادم؟ اگر متصادم ہے تو کون سے احکام سے؟ اور کس کس حوالے سے متصادم ہے؟ ذیل کے سطور میں ان سوالات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ تاہم تمہیدی طور پر پہلے ورثاء کی اقسام اور ان کی تعریفات پیش کی جاتی ہیں جو درج ذیل عبارت میں بیان کی گئیں ہیں۔

"وَيُسْتَحَقُّ الْإِرْثُ بِرَحِمٍ وَنِكَاحٍ وَوَلَاءٍ، وَالْمُسْتَحِقُّونَ لِلتَّرِكَةِ عَشَرَةُ أَصْنَافٍ مُرَتَّبَةٌ: ذَوُو السِّهَامِ ثُمَّ الْعَصَبَاتُ النَّسَبِيَّةُ ثُمَّ السَبَبِيَّةُ...ثُمَّ ذَوُو الْأَرْحَامِ، ... وَالسِّهَامُ الْمَفْرُوضَةُ فِي كِتَابِ اللَّهِ – تَعَالَى –: الثُّمُنُ وَالسُّدُسُ ...وَالرُّبُعُ...وَالنِّصْفُ ...وَالثُّلُثُ... وَالثُّلُثَانِ الْعَصَبَاتِ، وَهُمْ نَوْعَانِ: عَصَبَةٌ بِالنَّسَبِ، وَعَصَبَةٌ بِالسَّبَبِ. أَمَّا النَّسَبِيَّةُ فَثَلَاثَةُ أَنْوَاعٍ: عَصَبَةٌ بِنَفْسِهِ، وَهُوَ كُلُّ ذَكَرٍ لَا يَدْخُلُ فِي نِسْبَتِهِ إِلَى الْمَيِّتِ أُنْثَى... وَعَصَبَةٌ بِغَيْرِهِ، وَهُمْ أَرْبَعٌ مِنَ النِّسَاءِ يَصِرْنَ عَصَبَةً بِإِخْوَتِهِنَّ، ...وَعَصَبَةٌ مَعَ غَيْرِهِ، وَهُمُ الْأَخَوَاتُ لِأَبَوَيْنِ أَوْ لِأَبٍ يَصِرْنَ عَصَبَةً مَعَ الْبَنَاتِ وَبَنَاتِ الِابْنِ، ...وَذَوُو الْأَرْحَامِ:

كُلُّ قَرِيبٍ لَيْسَ بِذِي سَهْمٍ وَلَا عَصَبَةٍ، وَهُمْ كَالْعَصَبَاتِ مَنِ انْفَرَدَ مِنْهُمْ أَخَذَ جَمِيعَ الْمَالِ، وَالْأَقْرَبُ يَحْجُبُ الْأَبْعَدَ، وَهُمْ أَوْلَادُ الْبَنَاتِ، وَأَوْلَادُ بَنَاتِ الِابْنِ- "[1]

"میراث کا استحقاق قرابت، نکاح اور ولاء کی بنیاد پر بنتا ہے اور ترکہ کے مستحق دس قسم کے لوگ ہیں: ذوی الفروض پھر عصبہ نسبیہ پھر عصبہ سببیہ۔۔۔پھر ذوی الارحام۔۔۔قرآن مجید میں مقرر کردہ حصے ثمن۔۔۔ سدس ۔۔۔ربع۔۔۔نصف۔۔۔ ثلث اور ثلثین ہیں۔عصبات دو قسم پر ہیں: عصبہ نسبیۃ اور عصبہ سببیہ، عصبہ نسبیۃ تین قسم پر ہے(1) عصبہ بنفسہ: یعنی ہر مرد جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں عورت کا واسطہ نہ ہو (2) وعَصَبَۃ بِغَیْرِہ: چار عورتیں ہیں، جو اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں۔۔۔(3) عَصَبَۃ مَعَ غَیْرِہ: یعنی عینی یا علاتی بہنیں، جو بیٹیوں اور پوتیوں کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں۔ذوی الأرحام: ہر وہ رشتہ دار، جو ذوی الفروض اور عصبہ میں سے نہ ہو، یہ میراث لینے میں عصبات کی طرح ہیں، اگر اکیلے ہو، تو سارا مال لے لیتا ہے، اور اقرب ابعد کو محجوب (محروم) کردیتا ہے، وہ بیٹیوں اور پوتیوں کی اولاد ہیں۔"

"دفعہ ۴" کی رو سے ظہور پذیر ہونے والی صورتیں:

دفعہ ۴ "وراثت" کو درست تسلیم کرنے کی صورت میں حکم کے اعتبار سے عملاً تین صورتیں پیش آسکتی ہیں جن پر اس دفعہ کا اطلاق ہوگا۔

پہلی صورت: یتیم پوتا دادا کا وارث بن جائے، جبکہ اس کا چچا یعنی دادا کا بیٹا موجود ہو۔

دوسری صورت: یتیم پوتی دادا کی وارث بن جائے جبکہ اس کی پھوپھی، یعنی دادا کی بیٹی موجود ہو اور دادا کی بہن بھی حیات ہو۔

تیسری صورت: یتیم نواسے / نواسیاں نانا کے وارث بن جائیں جبکہ ان کے ماموں / خالہ، یعنی نانا کی صلبی اولاد موجود ہو۔

---

[1] الحنفي، عبد اللہ بن محمود، الاختيار لتعليل المختار (مطبعۃ الحلبی، قاھرۃ، ۱۳۵۶ھ)، ۵/ ۸۶-۱۰۵

یہ تینوں صورتیں شریعت مطہرہ کی نصوص اور ان نصوص میں بیان کردہ احکام شرعیہ سے متصادم ہیں، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

پہلی صورت: یتیم پوتا داد کا وارث بن جائے، جبکہ اس کا چچا یعنی دادا کا بیٹا موجود ہو۔

توضیح: اگر فرض کر لیا جائے کہ دادا کی وفات کے وقت ایک یتیم پوتا اور ایک صلبی بیٹا موجود ہیں، تو عائلی قوانین کی دفعہ ۴ کی رو سے یتیم پوتے کو دادا کے مال میں سے آدھا حصہ مل جائے گا، اور بقیہ آدھا دادا کے صلبی بیٹے کو مل جائے گا۔ جبکہ شریعت مطہرہ کی رو سے سارا مال یا ترکہ بیٹے کو ملے گا، پوتے کو کچھ نہیں ملے گا۔ ظاہر ہے کہ دونوں احکام ایک دوسرے سے بالکل متصادم ہیں۔ بہر حال! شرعی حکم کی بنیاد اور دلیل قرآنی نصوص، احادیث نبویہ، آثار صحابہ اور اجماع امت ہے جس کی تفصیل ذیل کی سطور میں ملاحظہ ہو۔

احکام میراث کا مشہور قاعدہ: "قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کے رشتہ دار محروم ہوتے ہیں۔"

اس قاعدہ کی بنیاد قرآن وسنت میں صراحۃ مذکور دو اصولوں پر ہے: (الف) میراث کا دارومدار رشتے کے لحاظ سے اقربیت پر ہے (۲) استحقاق وراثت میں "حجب" (بعض ورثاء کا میراث سے محروم ہونا) کا قانون جاری ہے۔

پہلی اصل حسب ذیل نصوص (آیات واحادیث) میں بیان ہوا ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾[1]

"مردوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے، اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے، تھوڑا ہو یا بہت ہو، حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔"

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا﴾[2]

---

[1] سورۃ النساء ۴:۷

[2] سورۃ النساء ۴:۳۳

"اور ہر کسی کے لئے ہم نے مقرر کر دیئے ہیں وارث اس مال کے کہ چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے اور جن سے معاہدہ ہوا تمہارا ان کو دے دو ان کا حصہ بیشک اللہ کے روبرو ہے ہر چیز۔"

ان دونوں آیات کریمہ میں لفظ "الاقربون" میں میراث کی علت کی تصریح ہے، کہ رشتے میں اقربیت ہے، امام قرطبی پہلی آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قَالَ علماءُؤُنَا: فِي هَذِهِ الْآيَةِ فَوَائِدُ ثَلَاثٌ: إِحْدَاهَا- بَيَانُ عِلَّةِ الْمِيرَاثِ وَهِيَ الْقَرَابَةُ۔[1]

"ہمارے علماء نے فرمایا کہ اس آیت میں تین فائدے ہیں، پہلا یہ کہ علت میراث کا بیان، کہ وہ قرابت ہے۔"

اس علت کی عملی تطبیق یوں کی گئی ہے، کہ وارثت قرابت کی بنیاد پر ملتی ہے۔ قرآن مجید میں جن رشتہ داروں (ذوی الفروض) کے حصے مقرر کیے ہیں، ان سے بچنے والا مال عصبات میں تقسیم ہو گا، تو جو رشتہ دار جتنا زیادہ قریب ہو گا، وہ پہلے مستحق ہو گا۔ حدیث نبوی ﷺ میں قطعیت کے ساتھ اس اصول کو بیان کیا گیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلْحِقُوا الفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ۔[2]

"ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا قرآن مجید کے مقرر کردہ حصے اصحاب فرائض کو دے دو پھر جو باقی رہے وہ سب سے زیادہ قریبی مرد رشتہ دار کو دیا جائے۔"

یہ حدیث شریف اکثر کتب حدیث میں مذکور ہے، اس لحاظ سے متواتر معنوی کی حیثیت رکھتی ہے، جبکہ اس کے مضمون پر امت کا اجماع ہے، بشمول ان لوگوں کے جو پوتے / نواسے کو دادا کے وارث قرار دیتے ہیں۔ اس

---

[1] القرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد، الجامع لأحكام القرآن (دار الكتب المصرية، القاهرة، ۱۳۸۴ھ)، ۵/۴۶

[2] البخاري، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب الفرائض، باب ميراث الولد من ابيه وامه (دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ)، حدیث نمبر: ۶۷۳۲

لیے کہ دیگر رشتہ داروں کے حوالے سے اسی حدیث شریف پر عمل ہے۔ گویا اس حدیث کے حوالے سے تواتر عملی بھی موجود ہے۔[1]

اس حدیث شریف میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ میت کے ترکہ میں سے اصحاب الفرائض سے بچنے والا مال عصبات کو الاقرب فالا قرب کے اصول سے تقسیم ہو گا۔ یعنی اقرب (قریبی رشتہ دار) کی موجودگی میں اَبعد (دور کا رشتہ دار) محروم ہو جائے گا۔ فلأولیٰ رجلٍ ذکرٍ کے الفاظ اس معنی پر دلالت کرنے میں صریح ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ امام نووی کے حوالے اس حدیث نبوی کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَالَ النَّوَوِي أَجمَعُوا عَلٰى أَنَّ الَّذِي يَبقٰى بَعدَ الفُرُوضِ لِلعَصَبَةِ يَقدُمُ الأَقرَبُ فَالأَقرَبُ فَلَا يَرِثُ عَاصِبٌ بَعِيدٌ مَعَ عَاصِبٍ قَرِيبٍ-[2]

دوسری اصل: وراثت میں "حجب" کا قانون جاری ہے۔

لغۃ میں حجب کا معنی ہے چھپانا، علم میراث میں "حجب" کا مفہوم یہ ہے کہ قریب رشتہ دار کی موجودگی میں بعید رشتہ دار محروم ہوتے ہیں۔ جس کی دو صورتیں ہیں، ایک رشتہ دار کی وجہ سے دوسرے رشتہ دار کا حصہ کم ہو جائے، اس کو حجب نقصان کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے، کہ ایک رشتہ دار کی وجہ سے دوسرا رشتہ دار بالکل محروم ہو جائے، اس کو حجب حرمان کہا جاتا ہے۔ حجب کا قاعدہ قرآن وحدیث کی صریح نصوص سے ثابت ہے۔ چنانچہ آیات المواریث میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے، صاحب الدر المختار نے حجب کے احکام کو حسب ذیل عبارت میں بیان کیا ہے:-

ثُمَّ شَرَعَ فِي الْحَجْبِ فَقَالَ (وَلَا يُحْرَمُ سِتَّةٌ) مِنْ الْوَرَثَةِ (بِحَالٍ) أَلْبَتَّةَ (الْأَبُ وَالْأُمُّ وَالِابْنُ وَالْبِنْتُ) أَيْ الْأَبَوَانِ وَالْوَلَدَانِ (وَالزَّوْجَانِ) وَفَرِيقٌ يَرِثُونَ بِحَالٍ، وَيُحْجَبُونَ حَجْبَ الْحِرْمَانِ بِحَالٍ أُخْرَى وَهُمْ غَيْرُ هَؤُلَاءِ السِّتَّةِ سَوَاءٌ كَانُوا عَصَبَاتٍ أَوْ ذَوِي فُرُوضٍ وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلَى أَصْلَيْنِ أَحَدُهُمَا (أَنَّهُ يَحْجُبُ الْأَقْرَبُ مِمَّنْ سِوَاهُمْ الْأَبْعَدَ) لِمَا مَرَّ أَنَّهُ يُقَدَّمُ الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ اتَّحَدَا فِي السَّبَبِ أَمْ لَا (وَ) الثَّانِي (أَنَّ مَنْ أَدْلَى بِشَخْصٍ لَا يَرِثُ مَعَهُ) كَابْنِ الِابْنِ لَا يَرِثُ مَعَ

---

[1] ٹونکی، ولی حسن، مفتی، عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۲۰۱۰ء)، ص:۷۳

[2] عسقلاني، شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر، فتح الباري (دار المعرفة، بيروت، ۱۳۷۹ھ) ۱۲/ ۱۳

وَيَخْتَصُّ حَجْبُ النُّقْصَانِ بِخَمْسَةٍ بِالْأُمِّ وَبِنْتِ الِابْنِ وَالْأُخْتِ لِأَبٍ وَالزَّوْجَيْنِ۔[1]

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ چھ رشتہ دار کسی حالت میں محجوب (محروم) نہیں ہوتے، ماں باپ، بیٹا، بیٹی اور میاں بیوی، کچھ رشتہ دار ایک حالت میں وارث ہوتے ہیں، اور دوسری حالت میں حجب حرمان کے ساتھ محروم ہو جاتے ہیں۔ وہ مذکورہ چھ کے علاوہ رشتہ دار ہیں۔ خواہ ذوی الفروض ہوں یا عصبات اور یہ دو قاعدوں پر مبنی ہے۔ پہلا قاعدہ: قریبی رشتہ دار اپنے علاوہ بعید کے رشتہ داروں کو محروم کر دیتے ہیں۔ دوسرا قاعدہ: بالواسطہ رشتہ دار اس واسطے کے ہوتے ہوئے وارث نہیں بنتا، جیسے بیٹے کا بیٹا (پوتا)، بیٹے کے ساتھ۔ حجب نقصان پانچ رشتہ داروں کے ساتھ خاص ہے۔ ماں، پوتی علاتی بہن اور میاں بیوی۔

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قانون حجب کی رو سے جہاں بیٹے کی موجودگی میں پوتے محجوب (محروم) ہوتے ہیں وہاں دیگر رشتہ دار بھی دوسرے قریبی رشتہ داروں کی موجودگی میں محروم ہوتے ہیں۔

جن میں سے چند ایک مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ ماں کی موجودگی میں جدات (دادی / نانی) بالاتفاق محجوب ہوتی ہیں۔[2]

۲۔ والد بھائیوں اور بہنوں کو محجوب بناتا ہے۔

۳۔ بھائی اور بہن ماں کو ثلث سے سدس تک محجوب بناتے ہیں۔

۴۔ بیٹے، پوتے اور والد سگے بھائیوں کو محجوب بناتے ہیں۔

۵۔ اخیافی (ماں شریک) بھائی اولاد، پوتوں، نواسوں والد اور دادا کے ساتھ بالاتفاق محجوب ہوتے ہیں۔[3]

حاصل یہ ہوا کہ نصوص شرعیہ سے ثابت ہے کہ احکام میراث کا دار مدار اقربیت پر ہے، اور یہ کہ احکام میراث میں "حجب حرمان" و حجب نقصان" کا اصول جاری ہے، چنانچہ قریب کی موجودگی میں بعید محروم ہوتا ہے۔

---

[1] ابن عابدین، سید محمد أمین بن عابدین الشامي، رد المحتار علی الدر المختار، (دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ) ۶/ ۷۸۰

[2] السرخسی، شمس الائمہ، المبسوط (دار المعرفة—بیروت، ۱۴۱۴ھ) ۲۹/ ۱۶۹

[3] ن۔م

فتاویٰ صحابہ میں پوتے کی میراث:

اقربیت اور حجب کے متذکرہ بالا قاعدہ کی پوتے کی میراث پر تطبیق صراحۃ فتاویٰ صحابہ میں مذکورہ ہے، جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے فرماتے ہیں:

بَابُ مِيرَاثِ ابنِ الِابنِ إِذَا لَمْ يَكُن ابنٌ، وَقَالَ زَيدٌ:وَلَدُ الأَبنَاءِ بِمَنزِلَةِ الوَلَدِ، إِذَا لَمْ يَكُن دُونَهُم وَلَدٌ ذَكَرُهُم كَذَكَرِهِم، وَأُنثَاهُم كَأُنثَاهُم، يَرِثُونَ كَمَا يَرِثُونَ، وَيَحجُبُونَ كَمَا يَحجُبُونَ، وَلَا يَرِثُ وَلَدُ الِابنِ مَعَ الِابنِ.[1]

"حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ پوتے اور پوتیاں بمنزلہ اولاد کے ہیں جبکہ لڑکے موجود نہ ہوں، لڑکے لڑکوں کی طرح ہوں گے اور لڑکیاں لڑکیوں کی طرح۔ وہ اس طرح وارث ہوں گے جس طرح اولاد وارث ہوتی ہے، اور اسی طرح محروم ہوتی ہے جس طرح اولاد محروم ہوتی ہے۔ اور پوتا بیٹے کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگا۔"

حضرت زید بن ثابت کے فتوٰی کی وضاحت واہمیت:

حضرت زید بن ثابت کے اس فتویٰ میں پہلے تو اس بات کو ذکر کیا ہے کہ احکام میراث میں پوتا پوتی کے احکام وہی ہیں جو بیٹا بیٹی کے احکام ہیں۔ ایک تو اس حیثیت سے کہ ذکورت وانوثت کے اعتبار سے جو احکام بیٹا بیٹی کے ہیں وہی احکام پوتا پوتی کے ہیں۔ دوسرا اس اعتبار سے کہ استحقاق اور حجب وحرمان کے اعتبار سے جو احکام بیٹا بیٹی کے ہیں وہی احکام پوتا پوتی کے ہیں۔ لیکن اس حوالے سے یہ بنیادی فرق پایا جاتا ہے کہ بیٹا بیٹی بلاواسطہ صلبی اولاد ہیں، جو میت کے قریب ہیں، جبکہ پوتا پوتی بالواسطہ میت کے رشتہ دار ہیں، اس لیے ان پر احکام میراث کا اجراء اس وقت ہوگا، جب بیٹا نہ ہو۔ اور اگر بیٹا ہو تو اس صورت میں یہ محروم ہوں گے۔ چنانچہ فتویٰ کے آخر میں صراحۃً فرمایا کہ: وَلَايَرِثُ وَلَدُ الِابنِ مَعَ الِابنِ۔ "پوتا بیٹے کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگا۔"

میراث کے احکام میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ کی اہمیت اس حوالے سے ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ: أَفرَضُكُم زَيدٌ (تم میں سب سے زیادہ علم فرائض میراث جاننے والے زید بن

[1] البخاري، الجامع الصحیح، کتاب الفرائض، باب میراث ابن الابن إذا۔۔۔، (دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، حدیث نمبر: ۶۷۳۲

ثابت ہیں) یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع تھا کہ فرائض (میراث) میں زید بن ثابت امام ہیں اور عملاً بھی جب کسی مسئلے میں اختلاف یا اشتباہ ہوتا تو زید بن ثابت کا قول ہی قول فیصل ہوتا۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

مَاكَانَ عُمَرُوَعُثمَانُ لَايُقَدِّمَانِ عَلٰى زَيدٍ أَحَدًا فِى الفَتوٰى وَالفَرَائِضِ وَالقِرَاءَةِ۔[1]

"حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما فتویٰ، فرائض اور میراث میں حضرت زید پر کسی اور کو مقدم نہیں کرتے تھے۔"

اس بنیاد پر امت کا اجماع ہے جیسا کہ علامہ ابویوسف ستائی کے حوالے سے محمد عبد الحی کتانی نے نقل کیا ہے فرماتے ہیں۔

قَالَ أَبُوُيوسُفَ السَتَائِىُّ فِى شَرحِ التِلمِسَانِيَة:اَلِاختِيارُأَن يُوخَذَفِى الفَرَائِضِ بِمَذهبِ زَيَدِبنِ ثَابِتٍ رَضَى اللهُ عَنه فَاِنّهُ أَفرَضُ هذه الأُمَّةِ بِشهادَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ۔[2]

"پسندیدہ یہی ہے کہ فرائض کے بارے میں زید بن ثابت کے قول کو اختیار کیا جائے کیونکہ وہ جناب رسول ﷺ کی شہادت کے مطابق علم میراث کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔"

دوسرا اس حوالے سے کہ حضرت زید بن ثابت کے اس فتویٰ کی بنیاد قرآن وحدیث کی صریح نصوص پر ہے۔

تیسرا اس حوالے سے کہ حضرت زید کے اس فتویٰ پر پوری امت کا اجماع ہے۔ صحابہ کرام میں سے کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا، جبکہ ائمہ فقہاء نے بلااتفاق یہی مذہب اختیار کیا ہے جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے۔ ان نصوص کی روشنی میں امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں پوتا محجوب (محروم) ہوتا ہے اور اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو عصبہ ہونے کی حیثیت سے سارا مال بیٹے کو ملے گا، اور اگر ذوی الفروض ہوں تو باقی ماندہ بیٹے ہی کو ملے گا۔ ابوالولید الباجی امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] الھندی، علاء الدین علي بن حسام الدین متقی، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، (مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۱ھ)، حدیث نمبر: ۳۷۰۵۰

[2] کتانی، محمد عبد الحی بن عبد الکبیر، نظام الحکومۃ النبویۃ، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۱۱م) ص: ۳۵۸

إِنَّهُ لَا مِيرَاثَ لِابْنِ الِابْنِ مَعَ الِابْنِ؛ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ سَبَبًا مِنْهُ إِلَى الْمَيِّتِ وَهُمَا يُدْلِيَانِ بِالْبُنُوَّةِ؛ وَلِأَنَّ ابْنَ الِابْنِ يُدْلِي بِالِابْنِ وَمَنْ يُدْلِي بِعَاصِبٍ فَإِنَّهُ لَا يَرِثُ مَعَهُ، وَعَلَى هَذَا جُمْهُورُ الْفُقَهَاءِ مِنْ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ-[1]

"بیٹے کے ساتھ پوتے کو میراث نہیں ملتی اس لیے کہ بیٹا پوتے کی نسبت میت سے زیادہ قریب ہے، اور اس لیے کہ پوتا بیٹے کی وساطت سے میت کی طرف منسوب ہے۔ اور جو رشتہ دار کسی عصبہ کی وساطت سے میت کی طرف منسوب ہو، تو اس عصبہ کے ہوتے ہوئے وہ وارث نہیں ہوتا، اور یہی جمہور فقہاء، صحابہ و تابعین کا قول ہے۔"

چنانچہ فقہاء اربعہ نے یہی قول اختیار کیا ہے۔ عبارات ملاحظہ ہوں:

فقہ حنفی:

(وَ) الثَّانِي (أَنَّ مَن أَدلَى بِشَخصٍ لَا يَرِثُ مَعَهُ) كَابِنِ الِابنِ لَا يَرِثُ مَعَ الِابنِ-[2]

"دوسرا: کوئی اور شخص کے ذریعے رشتہ دار ہو تو اس کے ہوتے ہوئے وہ وارث نہیں بنتا۔"

فقہ مالکی:

فَنَقُولُ لَا يَحْجُبُ ابْنَ الِابْنِ إِلَّا الِابْنُ-[3]

"ہم کہتے ہیں کہ پوتے کو بیٹا ہی محجوب (محروم) بناتا ہے۔"

فقہ شافعی:

وَالحَجبُ عَشَرَةٌ لَا يَرِثُونَ مَعَ عَشَرَةٍ: اِبنَ الِابنِ لَا يَرِثُ مَعَ الِابنِ-[4]

---

[1] باجی، أبو الولید سلیمان بن خلف، المنتقى شرح الموطأ (مطبعة السعادة، مصر، ۱۳۳۲ھ)، ۶/ ۲۲۶

[2] ابن عابدین، رد المحتار، ۶/ ۷۷۹

[3] القرافی، أبو العباس أحمد بن إدریس المالکی، الذخیرة (دار الغرب الإسلامی، بیروت، ۱۹۹۴م)، ۱۳/ ۴۲

[4] المحاملی، أبو الحسن أحمد بن محمد، اللباب في الفقه الشافعي (دار البخاری، المدینة المنورة، السعودیة، ۱۴۱۶ھ) ص: ۲۷۳

"حجب دس ہیں، جو دس کے ساتھ وارث نہیں ہوتے، پوتا، بیٹے کے ساتھ وارث نہیں ہوتا۔"

فقہ حنبلی:

وَلَا يَرِثُ وَلَدُ الإِبنِ مَعَ الإِبنِ بِحَالٍ۔[1]

"پوتا کسی حالت میں بھی بیٹے کے ساتھ وارث نہیں ہوتا۔"

اہل تشیع کا بھی یہی مسلک ہے:

ولایَرث ابن الابن ولابنت الابنة مع ولد الصلب ولا يَرث ابن ابن ابن مع ابن ابن وکل من قرب نسب فهو اولى بالمیَراث ممن بعد۔[2]

"پوتا اور نواسی صلبی اولاد کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتی" اور نہ پوتے کا بیٹا پوتے کی موجودگی میں وارث ہوتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جس کا نسب قریب ہو وہ دور کے رشتہ دار سے زیادہ میراث کا مستحق ہے۔"

اور الاستبصار میں لکھا ہے:

ابن الابن اذالم یکن من صلب الرجل احد قام مقام الابن .[3]

"پوتا بیٹے کے قائم مقام ہو جاتا ہے جبکہ میت کی صلب سے کوئی اولاد نہ ہو۔"

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ قرآن مجید، احادیث نبویہ، فتاویٰ صحابہ میں بصراحت یہ بیان ہوا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں پوتا مجحوب (محروم) ہوتا ہے اور فقہاء کرام نے بلا تفاق اس مسئلے کو اختیار کیا ہے، جس پر امت کا اجماع ہے۔ جبکہ عائلی قوانین کی دفعہ ۴ "وارثت" کی رو سے ایسی صورت میں پوتا دادا کے مال میں بیٹے جتنے حصہ کے حقدار ٹھہر تا ہے۔ یوں دونوں باتوں میں کھلا تناقض و تصادم ہے۔

---

[1] ابن تیمیۃ، أبو البرکات عبد السلام بن عبد اللہ الحرانی، المحرر في الفقہ علی مذہب الإمام أحمد بن حنبل (مکتبۃ المعارف، الریاض، ۱۴۰۴ھ) ۱/۳۹٦

[2] الشیخ الصدوق، من لایحضرہ الفقیہ، (دار الکتب الاسلامیۃ، طہران، ۱۳۹۱ھ) ۲/ ۲۴

[3] الطوسی، أبو جعفر محمد بن حسن الشیخ الاِستبصار، (دار الکتب الاسلامیۃ، طہران، ۱۳۹۱ھ) ۴/ ٦۷

دوسری صورت: یتیم پوتی دادا کی وارث بن جائے، جبکہ اس کی پھوپھی یعنی دادا کی بیٹی موجود ہو، اور دادا کی بہن بھی موجود ہو۔

توضیح: اگر فرض کرلیا جائے کہ دادا کی وفات کے وقت اس کے رشتہ داروں میں بیٹی، بہن اور یتیم پوتی موجود ہیں تو عائلی قوانین کی دفعہ ۴ "وارثت" کی روسے پوتے کو دادا کے مال میں سے اپنے مرحوم والد کا پورا حصہ مل جائے گا، جو بیٹی کے حصہ کا دگنا ہوگا، اس لیے کہ "للذکر مثل حظ الانثیین" میں یہی حکم ہے، یوں پوتی کو دوحصے اور بیٹی کو ایک حصہ مل جائے گا جبکہ بہن محروم رہ جائے گی۔

جبکہ شریعت مطہرہ کی روسے کل مال کا آدھا بیٹی کو مل جائے گا، سدس (چھٹا حصہ) پوتی کو مل جائے گا اور باقی ماندہ حقیقی بہن کو مل جائے گا۔ ظاہر ہے کہ دونوں تقسیم ایک دوسرے کے بالکل برعکس ہیں۔ بہرحال اس تقسیم کی بنیاد رسول ﷺ کی حسب ذیل حدیث شریف ہے۔

> عن هُزَيْلَ بْنَ شُرَحْبِيلَ، قَالَ: سُئِلَ أَبُو مُوسَى عَنْ بِنْتٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَأُخْتٍ، فَقَالَ: لِلْبِنْتِ النِّصْفُ، وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ، وَأْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ، فَسَيُتَابِعُنِي، فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِي مُوسَى فَقَالَ: لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ المُهْتَدِينَ، أَقْضِي فِيهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلاِبْنَةِ النِّصْفُ، وَلِابْنَةِ ابْنٍ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ فَأَتَيْنَا أَبَا مُوسَى فَأَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ، فَقَالَ: لاَ تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هَذَا الحَبْرُ فِيكُم۔[1]
>
> "ھزیل بن شرحبیل سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، کہ بیٹی پوتی اور بہن وراث ہوں (تو کتنا حصہ ملے گا؟) فرمایا: آدھا بیٹی کو اور آدھا بہن کو مل جائیگا۔ (اور سائل سے کہا کہ): ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جائیے وہ ضرور میری موافقت کریں گے۔ جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا، اور ان کو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قول بھی بتایا گیا، تو آپ نے فرمایا (اگر میں بھی یہی بات کروں تو) پھر تو میں گمراہ ہوجاؤں گا اور ہدایت پر نہیں رہوں گا۔ میں وہی فیصلہ

---

[1] البخاري، الجامع الصحیح، کتاب الفرائض، باب میراث ابنۃ الابن مع بنت، حدیث نمبر: ٦٧٣٦

کروں گا جو نبی اکرم ﷺ نے کیا ہے "بیٹی کو آدھا اور پوتی کو چھٹا ملے گا، تاکہ دو ثلث مکمل ہو جائیں اور باقی ماندہ بہن کو ملے گا" تو ہم ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول بتایا، تو (اپنے قول سے رجوع کرتے ہوئے) فرمایا: جب تک یہ بڑا عالم تمہارے اندر موجود رہے، تو مجھ سے نہ پوچھا کرو۔"

اس حدیث شریف میں رسول ﷺ کا فیصلہ صراحتاً معلوم ہو گیا کہ صلبی بیٹی کی موجودگی میں پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اور بہن عصبہ ہو گی یعنی ان دونوں کا حصہ دینے کے بعد جو بچے گا وہ بہن کو ملے گا، بیٹی کی موجودگی میں بہن کا عصبہ ہونا اجماعی مسئلہ ہے۔

امام خطابی فرماتے ہیں:

في هذا بيان أن الأخوات مع البنات عصبة وهو قول جماعة الصحابة والتابعين وعامة فقهاء الأمصار-[1]

"اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ بہنیں بیٹوں کی موجودگی میں عصبہ ہوتی ہیں اور یہ صحابہ، تابعین اور تمام فقہاء امصار کا قول ہے۔"

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نقل کرتے ہیں:

بَابٌ: مِيرَاثُ الأَخَوَاتِ مَعَ البَنَاتِ عَصَبَةٌ: عَنِ الأَسْوَدِ، قَالَ: قَضَى فِينَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:النِّصْفُ لِلِابْنَةِ وَالنِّصْفُ لِلْأُخْتِ-[2]

"بہنوں کی میراث، بیٹوں کے ساتھ عصبہ ہوتی ہیں۔ اسود سے روایت ہے فرمایا کہ عہد رسالت میں حضرت معاذ بن جبلؓ نے فیصلہ کیا کہ آدھا بیٹی کو ملے گا اور آدھا بہن کو ملے گا۔"

قاعدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کسی صحابی کا فیصلہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے، جو حدیث تقریری کہلاتی ہے۔ چنانچہ اس مسئلے میں بھی فقہاء کا اجماع ہے۔ عبارات ملاحظہ ہوں:

---

[1] الخطابی، أبو سلیمان احمد ابن محمد، معالم السنن، شرح سنن أبی داود (المطبعۃ العلمیۃ، حلب، ۱۳۵۱ھ)، ۴/۹۱

[2] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الفرائض، باب میراث ابنۃ الابن مع بنت، حدیث نمبر: ۶۷۴۱

فقہ حنفی:

فَإِنَّ الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةٌ فَيَكُونُ لِلْأُخْتِ مَا بَقِيَ-[1]

"بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہوتی ہیں، پس بہن کو باقی ماندہ ملے گا۔"

فقہ مالکی:

وَالْأَخَوَات الشقائق وَللْأَب عصبة مَعَ الْبَنَات-[2]

"سگی بہن اور علاقی (باپ شریک) بہن بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہوتی ہیں۔"

فقہ شافعی:

قال الشافعي رحمه الله تعالى: " وَلِلْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ مَا بَقِيَ إِنْ بَقِيَ شَيْءٌ وَإِلَّا فَلَا شَيْءَ لَهُنَّ وَيُسَمَّيْنَ بِذَلِكَ عَصَبَةَ الْبَنَاتِ ".قَالَ الْمَاوَرْدِيُّ: ...الْأَخَوَاتُ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةٌ لَا يُفْرَضُ لَهُنَّ وَيَرِثْنَ مَا بَقِيَ بَعْدَ فَرْضِ الْبَنَاتِ-[3]

"امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: بیٹیوں کے ساتھ بہن آجائیں، تو ان کو باقی ماندہ ملے گا، اگر باقی ماندہ ہو، ورنہ ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس طرح ان کو عصبۃ البنات کہا جاتا ہے۔ ماوردی فرماتے ہیں۔۔۔ بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہیں، جن کا حصہ مقرر نہیں، وہ بیٹیوں کے مقررہ حصے کے بعد باقی ماندہ کی وارث ہوتی ہیں۔"

فقہ حنبلی:

وَإِنِ اجتَمَعَ الأَخوَاتَ مَعَ البَنَاتِ، صَارَ الأَخوَاتُ عَصَبَةً، لَهُنَّ مَا فَضُلَ-[4]

"اگر بیٹیوں کے ساتھ بہنیں جمع ہو جائیں، تو بہنیں عصبہ بن جاتی ہیں ان کو باقی ماندہ ملتا ہے۔"

---

[1] السرخسی، المبسوط، ۱۴۱۴ھ، ۲۹/ ۲۰

[2] الغرناطی، أبو القاسم محمد بن أحمد، القوانین الفقہیۃ، ۱/ ۲۵۴

[3] الماوردی، أبو الحسن علی بن محمد المزنی، الحاوي الکبیر فی فقہ مذھب الإمام الشافعی، شرح مختصر المزنی (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۹ھ)، ۸/ ۱۰۷

[4] المقدسی، أبو محمد موفق الدین محمد بن قدامۃ الحنبلی، الکافی فی فقہ الإمام أحمد (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ) ۲/ ۳۰۰

حاصل یہ ہوا کہ قرآن وسنت کی نصوص اور فتاویٰ صحابہ کی روشنی میں منعقد ہونے والے اجماع امت کے مطابق تو زیر بحث صورت میں پوتی کو سدس (چھٹا) حصہ ملتا ہے اور بہن بھی وارث ہوتی ہے۔ لیکن عائلی قوانین کی دفعہ ۴ کے مطابق پوتی کو ۲ حصے، یعنی بیٹی سے بھی زیادہ ملے گا، اور بہن محروم ہو گی۔ لہذا اس حیثیت سے بھی دفعہ ۴ شرعی احکام سے بالکلیہ متصادم ہے۔

تیسری صورت: یتیم نواسے / نواسیاں نانا کے مال میں وارث بن جائیں جبکہ ان کے ماموں / خالہ یعنی نانا کی صلبی اولاد موجود ہو۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہو جائے اس کے رشتہ داروں میں صلبی اولاد بیٹے / بیٹیاں موجود ہوں اور یتیم نواسے / نواسیاں بھی موجود ہوں، تو عائلی قوانین کی دفعہ ۴ کی رو سے نواسوں / نواسیوں کو میراث ملے گی، جس کی مقدار یہ ہو گی کہ اگر ان کی والدہ حیات ہوتی، اس کو اپنے والد کے مال میں سے جتنا حصہ ملتا، مثلاً بھائیوں سے نصف، تو یہ حصہ اب اس کے بچوں، یعنی مرنے والے کے نواسوں / نواسیوں کو ملے گا۔

جبکہ شریعت مطہرہ کی رو سے اس صورت میں نواسے / نواسیاں وارث نہیں ٹھہرتے، اس لیے کہ وہ نہ تو ذوی الفروض ہیں، جن کا حصہ قرآن میں مقرر ہے اور نہ عصبات ہیں کہ وہ باقی ماندہ کے وارث بنے، بلکہ ذوی الارحام ہیں۔ اور ذوی االارحام کے وارث بننے کے حوالے سے دو قول ہیں۔ ایک قول حضرت زید بن ثابت رضی اللہ کا ہے، کہ ذوی الأرحام کسی صورت میں وارث نہیں ہوتے۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت اور فقہاء میں سے امام مالک وامام شافعی نے یہی قول اختیار کیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ آیات المواریث میں ذوی الفروض وعصبات کی میراث کا ذکر تو ہے، لیکن ذوی الارحام کا نہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوی الارحام وارث نہیں۔

دوسرا قول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے، جس کے مطابق ذوی الفروض اور عصبات کے موجود نہ ہونے کی صورت میں ذوی الأرحام وارث بنتے ہیں۔ اس قول کو صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت اور فقہاء میں سے ائمہ احناف نے لیا ہے۔ اس قول کی بنیاد سورہ انفال کی حسب ذیل آیات کریمہ ہے:-

﴿وَأُولُوا الأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ﴾[1]

---

[1] سورۃ الانفال۸:۷۵

"ناتے والے (رشتے دار) آپس میں حقدار زیادہ ہیں ایک دوسرے کے اللہ کے حکم میں۔"

چند احادیث سے بھی استدلال کیا گیا۔[1]

بہر حال جس قول کے مطابق ذوی الارحام وارث بنتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے ذوی الفروض (سوائے زوجین کے) اور عصبات موجود نہ ہونے کی صورت میں ذوی الارحام وارث بنتے ہیں۔ الدر المختار میں ہے:

بَابُ تَوْرِيثِ ذَوِي الْأَرْحَامِ (هُوَ كُلُّ قَرِيبٍ لَيْسَ بِذِي سَهْمٍ وَلَا عَصَبَةٍ) فَهُوَ قِسْمٌ ثَالِثٌ حِينَئِذٍ (وَلَا يَرِثُ مَعَ ذِي سَهْمٍ وَلَا عَصَبَةٍ سِوَى الزَّوْجَيْنِ) لِعَدَمِ الرَّدِّ عَلَيْهِمَا.فَهُمْ أَرْبَعَةُ أَصْنَافٍ جُزْءُ الْمَيِّتِ، ثُمَّ أَصْلُهُ ثُمَّ جُزْءُ أَبَوَيْهِ ثُمَّ جُزْءُ جَدَّيْهِ۔[2]

"باب: ذوی الارحام کا وارث بننا: ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں، جو ذوی الفروض اور عصبہ میں سے نہ ہوں۔ یہ تیسری قسم ہے، ذوی الارحام ذوی الفروض اور عصبہ کے ساتھ وارث نہیں بنتے، سوائے زوجین کے (کہ ان کے ساتھ وارث بنتے ہیں) اس لیے زوجین پر رد نہیں ہوتا۔۔۔۔ذوی الارحام چار قسم پر ہیں۔(۱)میت کا جزء(۲)میت کا اصل(۳)میت کے والدین کا جزء(۴) والدین کے دادا یادادی کا جزء۔"

اب تک کی بیان کردہ تفصیل کا حاصل یہ ہوا، کہ دفعہ ۴"وارث" کو درست ماننے کی صورت میں عملی طور پر تین صورتیں ممکن ہیں۔ ان میں سے ہر صورت کے متعلق قرآن وسنت کے احکام کچھ اور ہیں، جبکہ دفعہ ۴ کی روسے اس کے احکام بالکل بدل جاتے ہیں۔ اس لیے اس دفعہ کو تسلیم کرنے کی صورت میں ان تمام شرعی احکام کو پس پشت ڈالنا ہوگا۔ لہٰذا اس دفعہ کے مطابق میراث کی تقسیم قرآن وسنت میں تحریف کے مترادف ہے، جو انتہائی خطرناک عمل ہے۔

---

[1] السرخسی، المبسوط، ۴/ ۳۸

[2] ابن عابدین، ردالمحتار، ۶/ ۷۹۳

علاوہ ازیں! میراث کے دیگر کئی اصول اور شرعی احکام ہیں۔ اس دفعہ پر عمل کرنے کی صورت میں ان تمام ایک اصول واحکام کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ تفصیل ملاحظہ ہو:۔

کتاب وسنت سے ماخوذ احکام میراث کے بنیادی اصول:

پہلی اصل: مورث کی وفات کے وقت زندہ موجود ورثاء وارث ہوتے ہیں۔

دوسری اصل: ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہوتا ہے۔

تیسری اصل: صلبی اولاد کی طرح دوسرے رشتہ دار بھی وارث ہوتے ہیں۔

چوتھی اصل: ہر وارث وارث ہوتا ہے، خواہ اس کی اولاد ہو یا نہ ہو۔

متذکرہ بالا اصول کی توضیح وتشریح:

پہلی اصل: مورث کی وفات کے وقت زندہ موجودہ ورثاء وارث ہوتے ہیں۔

اس اصول کے دو جزء ہیں: (الف) کسی شخص کا مال وفات کے وقت میراث بنتا ہے، وفات سے پہلے نہیں (ب) زندہ موجود رشتہ داروں کا میراث میں حصہ ہوتا ہے وفات شدگان کا نہیں۔ یہ اصول حسب آیات خداوندی میں بیان ہوا ہے۔

﴿إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ﴾[1]

"گر کوئی مرد مر گیا اور اس کے بیٹا نہیں اور اس کی ایک بہن ہے تو اس کو پہنچے آدھا اس کا جو چھوڑا اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ ہو اس کے بیٹا۔"

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ .الآية﴾[2]

---

[1] سورۃ النساء ۴:۱۷۶

[2] سورۃ النساء ۴:۱۲

"تمہارا ہے آدھا مال جو کہ چھوڑ مریں تمہاری عورتیں اگر نہ ہو ان کے اولاد اور اگر ان کے اولاد ہے تو تمہارے واسطے چوتھائی ہے اس میں سے جو چھوڑ گئیں بعد وصیت کے، جو کر گئیں یا بعد قرض کے، اور عورتوں کے لئے چوتھائی مال ہے اس میں سے جو چھوڑ مرو تم اگر نہ ہو تمہاری اولاد، اور اگر تمہاری اولاد ہے تو ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے اس میں سے جو کچھ تم نے چھوڑا۔"

ان آیات کریمہ میں دو امر مذکور ہیں، پہلا یہ کہ: یہاں تین کلمات استعمال ہوئے ہیں (۱) هَلَكَ (۲) تَرَكَ (۳) تَرَكتُم، جس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی آدمی مر جائے اور مال چھوڑ جائے تو اس میں کسی وارث کو نصف یا ربع ملے گا، گویا جب تک کوئی شخص زندہ ہے اس کے مال میں کسی وارث اور رشتہ دارے کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

دوسرا یہ کہ: زندہ موجود رشتہ داروں کا حصہ بیان کیا گیا ہے یعنی ولها اخت (اس کی بہن ہو) "ولکم نصف" اور "ولهن الربع"۔ جبکہ "ان لم یکن لها ولد" اور "ان لم یکن لهن ولد" اور "ان لم یکن لکم ولد" میں تین مرتبہ کہا گیا ہے کہ اولاد نہ ہو۔ اس میں یہ صراحت ہے کہ غیر موجود اولاد (خواہ پیدا ہی نہ ہوئی ہو، یا پیدا ہونے کے بعد مر گئی ہو) حصہ دار نہ ہو گی بلکہ ان کی غیر موجودگی کی وجہ سے موجود ورثاء کے حصے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ امام شافعیؒ کتاب الام میں لکھتے ہیں:

وَكَانَ مَعْقُولًا عَنْ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – ثُمَّ فِي لِسَانِ الْعَرَبِ وَقَوْلِ عَوَامِّ أَهْلِ الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا أَنَّ امْرَأً لَا يَكُونُ مَوْرُوثًا أَبَدًا حَتَّى يَمُوتَ، فَإِذَا مَاتَ كَانَ مَوْرُوثًا وَأَنَّ الْأَحْيَاءَ خِلَافُ الْمَوْتَى فَمَنْ وَرِثَ حَيًّا دَخَلَ عَلَيْهِ – وَاَللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ خِلَافَ حُكْمِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحُكْمِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُلْنَا: وَالنَّاسُ مَعَنَا بِهَذَا لَمْ يَخْتَلِفْ فِي جُمْلَتِهِ۔[1]

"اور وہ امر جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پھر عربی زبان اور ہمارے وطن (مکہ معظمہ) کے اہل علم کے قول سے سمجھا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ کوئی شخص کبھی موروث (مورث) نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ مر نہ جائے۔ پھر جب وہ مر جائے گا تو

[1] الشافعي، أبو عبد اللہ محمد بن إدریس، کتاب الأم (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۸م)، ۴/۷۸

مورث قرار دیا جائے گا۔ اور بالا شبہ زندہ کے احکام مردوں سے الگ ہیں۔ لہذا جو شخص کسی زندہ کو مورث قرار دیتا ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم میں مداخلت کرتا ہے۔ چنانچہ ہم اور ہمارے ساتھ سب لوگ اسی بات کے قائل ہیں اور اس میں سرے سے کسی کا اختلاف نہیں۔"

دوسری اصل: ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے:

یہ اصل انہی الفاظ میں قرآن مجید کی حسب ذیل آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾[1]

تیسری اصل: صلبی اولاد کی طرح دیگر رشتہ دار بھی وارث ہوتے ہیں مثلاً:

والدین، بیوی، شوہر، اور کلالہ (جس کے نہ والدین ہوں اور نہ اولاد) کی صورت میں بہن اور بھائی، یہ بات آیات المواریث میں صراحۃ بیان کی گئی ہے۔

چوتھی اصل: وارث اپنے مورث کا وارث ہوتا ہے، خواہ وہ صاحب اولاد ہو یا نہ ہو۔

اس اصل کا مفہوم یہ ہے کہ مرنے والے کے ورثاء اس میت کی میراث کا مطلقاً وارث ہوتے ہیں، قطع نظر اس سے کہ وارث خود صاحب اولاد ہو یا نہ ہو۔ قرآن وحدیث میں ایسی کوئی قید نہیں، کہ اگر وارث صاحب اولاد ہو تو وہ وارث ہو گا اور اگر صاحب اولاد نہ ہو تو وارث نہیں ہو گا۔

عائلی قوانین کی دفعہ ۴: وراثت: اصول اربعہ کی روشنی میں:

جب ہم اِن اُصول اَربعہ ثابتہ بالکتاب والسنۃ کی روشنی میں عائلی قوانین کی دفعہ ۴ "وراثت" کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ صورت حال سامنے آتی ہے، کہ اس دفعہ میں ان تمام اصول کی خلاف ورزی کی کھلی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔

پہلی اصل کی خلاف ورزی: مورث کی وفات کے وقت زندہ موجود ورثاء وارث ہوتے ہیں۔

اس اصل کی خلاف ورزی اس لحاظ سے کی گئی ہے کہ اس دفعہ کی روح یہ ہے کہ ترکہ میں سے مرنے والے بیٹے یا بیٹی کے حصے کا حقدار اس کی اولاد قرار دی گئی۔ یعنی مرنے والے کا بیٹا یا بیٹی وارث ہے، اور پوتوں / نواسوں کے

---

[1] سورۃ النساء ۴:۱۷۶

حصہ مقرر کرنے میں معیار بیٹے یا بیٹی کا حصہ ہے۔ درحقیقت بیٹے یا بیٹی کے حصے کے حقدار پوتے / نواسے ہیں، چونکہ پوتوں / نواسوں کا اپنا حصہ تو ہے نہیں اور اگر بعض صورتوں میں ان کا حصہ ہے بھی، تو وہ یہی حصہ نہیں، اس کی حیثیت اور مقدار مختلف ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ (مرحوم) بیٹے ہی کو وارث و حقدار قرار دیا گیا ہے۔ اس میں دو خرابیوں میں سے ایک خرابی ضرور ہے۔ اگر تو یہ فرض کر لیا جائے کہ مرحوم بیٹا اپنی حیات میں اپنے والد (دادا) کی میراث و ترکہ میں سے حقدار ٹھہر گیا تھا، جو اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد (پوتوں / نواسوں) کو ملے گا، تو لازم آئے گا کہ زندہ شخص کے مال کو ترکہ قرار دیا گیا، حالانکہ جب تک کوئی شخص زندہ ہوتا ہے اس کا مال "ترکہ" نہیں ٹھہرتا۔ اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ مرحوم (بیٹا) والد کی وفات پر حقدار ٹھہر گیا تو لازم آئے گا کہ مرے ہوئے شخص کو وارث قرار دیا گیا۔ اور دونوں صورتیں اس شرعی اصل کے خلاف ہے کہ زندہ شخص کا مال ترکہ نہیں بن سکتا اور مرا ہوا شخص وارث نہیں بن سکتا۔

دوسری اصل کی خلاف ورزی: ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہوتا ہے۔

عائلی قوانین کی دفعہ ۴: "وراثت" کی رو سے ایک شخص (دادا) کا صلبی بیٹا مرتا ہے اور وہ اپنے پیچھے ایک بیٹی (پوتی) چھوڑ جاتا ہے تو دادا کی وفات کے وقت اس پوتی کو دادا کے مال (ترکہ) میں سے اپنے والد کا حصہ ملے گا ایسی صورت میں عین ممکن ہے کہ اس بچی کو مرد کے حصے کے برابر حصہ ملے نہ کہ آدھا، مثلاً:۔

خالد (دادا)

حمید (مرحوم) بیٹا	مجید (زندہ بیٹا) ایک حصہ
سلمیٰ (پوتی) ایک حصہ	

عائلی قانون کی رو سے سلمیٰ (پوتی) کو اپنے والے حمید (مرحوم بیٹا) والد کا حصہ پورا ملے گا، جو مجید (دوسرا زندہ بیٹا) کے حصے کے برابر ہوگا۔ جو کہ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ کے قرآنی اصول سے مکمل طور پر متصادم ہے۔

تیسری اصل کی خلاف ورزی: صلبی اولاد کی طرح دیگر رشتہ دار بھی وارث ہوتے ہیں

عائلی قوانین کی دفعہ ۴: "وارثت" میں اس اصل کی اس طرح خلاف ورزی کی گئی ہے کہ اس دفعہ کی رو سے مرنے والے بیٹے / بیٹی کی صرف اولاد کو وارث قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ قرآنی نصوص میں صراحۃً مذکور ہے کہ اولاد کی طرح دوسرے رشتہ داروں (ماں، باپ، بیوی، شوہر اور کلالہ کی صورت میں بھائی اور بہن) کو بھی وارث بنایا ہے۔

اگر زیر بحث دفعہ کی رو سے مرنے والے بیٹے (بیٹی کو والد (دادا) کے انتقال کے وقت زندہ فرض کر کے اس کی اولاد (پوتے / نواسے) کو وارث بنایا گیا ہے تو پھر اس کے دیگر رشتہ داروں کو بھی وارث قرار دیا جائے۔ اس لیے کہ دیگر رشتہ داروں کو وارث قرار دینے کی ٹھوس بنیاد موجود ہے۔ اس لیے کہ اگر تو پوتے / نواسے کا استحقاق میراث قرابت داری کی بنیاد پر ہو تو قرآن نے دیگر قرابت داروں کو مستحق میراث تسلیم کیا ہے۔ اور اگر پوتے / نواسے کا استحقاق میراث ہمدردی کی بنیاد پر ہو تو دیگر رشتہ دار بھی ہمدردی کے محتاج ہیں بلکہ بعض اوقات تو پوتے / نواسے سے زیادہ محتاج ہمدردی ہوتے ہیں۔ مثلاً مرنے والے کی بوڑھی ماں اور بے سہارا بیوہ بھی تو آخر محتاج ہمدردی ہیں۔ بہر حال اس حوالے سے اس دفعہ میں تیسرے اصل کی بھی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

چوتھی اصل کی خلاف ورزی: ہر وارث وارث ہوتا ہے خواہ اس کی اولاد ہو یا نہ ہو۔

عائلی قوانین کی دفعہ ۴: "وراثت" میں اس اصل کی خلاف ورزی اس حوالے سے کی گئی ہے کہ مرحوم بیٹے کو اس صورت میں اپنے والد (دادا) کا وارث قرار دیا گیا ہے جبکہ اس کی اولاد (پوتے / نواسے) ہوں، اگر اس کی اولاد نہ ہو، تو اس صورت میں وہ وارث نہیں۔ چنانچہ اگر ایک شخص کا بیٹا اس کی حیات میں لاولد ہو کر مرتا ہے، یعنی شادی سے پہلے مر جاتا ہے یا شادی کے بعد، لیکن اولاد چھوڑ کر نہیں مرتا، تو اس دفعہ کی رو سے وہ مستحق میراث نہیں ٹھہرتا اور اگر اولاد چھوڑ کر مرتا ہے تو وارث ٹھہرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے وارث بننے میں اس بات کو دخل ہے کہ اس کی اولاد ہے یا نہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں ورثاء کے حصے مقرر کرنے میں اس بات کو ہرگز بنیاد نہیں بنایا گیا ہے، کہ وہ وارث بننے والا شخص صاحب اولاد ہے کہ نہیں، لیکن اس دفعہ میں یہی فرق روا رکھا گیا ہے، جو قرآنی احکام پر اپنی طرف سے اضافہ کرنے کے مترادف ہے۔

غرض یہ کہ زیر بحث دفعہ مکمل طور پر قرآن و حدیث سے متصادم ہے۔ صلبی اولاد اور پوتوں کے متعلق میراث کے واضح شرعی احکام کے مقابلے میں انسانوں کا وضع کردہ حکم ہے۔ جس پر عمل کرنے کی صورت میں جہاں پوتے سے متعلق احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے، وہاں میراث کے دیگر کئی ایک ضابطوں، اصول اور احکام کی خلاف ورزی بھی ہوتی ہے۔ لہذا اس کو تبدیل کرنا اور قرآن وسنت کی روشنی میں دوبارہ مرتب کرنا ملکی آئین کا تقاضا ہے۔ جس کے آرٹیکل ۱۹۸(ا) میں طے کیا گیا ہے:

"ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی
احکام کے منافی ہو، اور موجودہ قوانین کو ان احکام کے مطابق بنایا جائے گا۔"

یاد رہے کہ وفاقی شرعی عدالت نے مؤرخہ ۵/ جنوری ۲۰۰۰ء کو اپنے تفصیلی فیصلے میں دفعہ ۴ کو خلاف اسلام قرار دیتے ہوئے صدر پاکستان کو اسلامی احکام کے مطابق نئی دفعہ شامل کرنے کا کہا، تاہم اس فیصلے کے خلاف شریعت اپلیٹ بنیچ، سپریم کورٹ میں اپیل کی گئی، جو تاحال زیر التواء ہے۔[1] مزید برآں! اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اسی دفعہ کو خلاف اسلام قرار دینے کی سفارش کی ہے، تاہم وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل دونوں نے اپنے فیصلے اور سفارش میں اس بات کا بھی اضافہ کیا ہے کہ دادا وغیرہ پر لازم ہے کہ وہ یتیم پوتا وغیرہ کے لیے وصیت کرے، بصورت دیگر ورثاء پر لازم ہو گا کہ وہ مذکورہ اولاد کو نفقہ ادا کریں۔[2]

خلاصہ بحث

۱۔ عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۴ کے رو سے صلبی اولاد کی موجودگی میں یتیم پوتا وغیرہ دادا کی میراث کا مستحق ہوتا ہے۔

۲۔ شریعت کے رو سے میراث کا استحقاق قرابت، نکاح اور ولاء پر ہے۔

۳۔ ورثاء کے تین درجات (اقسام) ہیں: ا۔ ذوی الفروض ۲۔ عصبات ۳ذوی الارحام

۴۔ احکام میراث قرآن وسنت میں مذکور حسب ذیل دو قواعد پر مبنی ہیں۔

(الف) اقرب (قریبی رشتہ دار) کی موجودگی میں ابعد (دور کا رشتہ دار) محروم ہوتا ہے۔

(ب) بیک وقت تمام رشتہ دار میراث کے مستحق نہیں ہوتے، بلکہ وراثت میں حجب کا قانون جاری ہوتا ہے۔

۵۔ ان اصول کی روشنی میں صلبی اولاد کی موجودگی میں پوتا، اگرچہ یتیم ہو، دادا کی میراث کا مستحق نہیں ہوتا۔

۶۔ پوتے کے مستحق میراث نہ ہونے کا مسئلہ فتاویٰ صحابہ میں صراحتاً مذکور ہے جیسا کہ زید بن ثابت کا قول ہے۔

۷۔ فقہ کے چاروں مکاتب فکر (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کا صلبی پوتے کی میراث سے محرومی پر اجماع ہے۔

---

[1] اللہ رکھا بنام وفاق پاکستان، ۲۰۰۰ء، وفاقی شرعی عدالت پی ایل ڈی ۲۰۰۰ء-۵)

[2] اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹ ۲۰۱۴ء-۲۰۱۳ء، ص: ۱۷۷

۸۔ صلبی اولاد کی موجودگی میں پوتے وغیرہ کو میراث دینے کے نتیجے میں عملی طور پر دیگر تمام مستحق ورثاء کے حصے متاثر ہوتے ہیں۔

۹۔ احکام میراث کے مزید چار اصول ہیں، دفعہ ۴ کو برقرار رکھنے کی صورت میں چاروں اصول کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔

۱۰۔ وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل نے دفعہ ۴ کو غیر اسلامی قرار دیا ہے، تاہم متبادل کے طور پر وصیت لازمہ کی صورت تجویز کی ہے۔

۱۱۔ اس لیے مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۴ اسلامی احکام شریعت سے متصادم ہے، آئین کی دفعہ ۲۲۷ قرار دیتی ہے کہ قرآن وسنت کے منضبط احکام کے مطابق قانون سازی کی جائے گی لہذا اس دفعہ کو ختم کرنا شرعی و آئینی تقاضا ہے۔

۱۲۔ یتیم پوتے / پوتیوں کے ساتھ مالی تعاون کی متبادل صورتیں ریاست کی ذمہ داری ہیں۔ اس سلسلے میں متعدد صورتیں ممکن ہیں۔

مقالہ میں مستعمل بعض اصطلاحات کی توضیح:

۱۔ **ترکہ:** وہ مال جس کا میت وفات کے وقت مالک ہو اور اس کے ساتھ براہ راست کسی اور شخص کا حق متعلق نہ ہو، خواہ وہ مال پاکستان میں ہو یا بیرون پاکستان ہو۔

۲۔ **ذوی الفروض:** وہ ورثاء ہیں جن کے حصص قرآن، سنت اور اجماع امت میں متعین ہیں۔

۳۔ **عصبہ نسبیہ:** میت کے وہ رشتہ دار ہیں جو ذوی الفروض سے بچا ہوا ترکہ لے لیتے ہیں اور ذوی الفروض نہ ہوں تو تمام ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں۔

۴۔ **عصبہ بنفسہ:** وہ تمام قرابت دار مرد جن کی متوفی کے ساتھ سلسلہ قرابت میں کوئی عورت حائل نہیں ہوتی۔

۵۔ **عصبہ بغیرہ:** یہ چار عورتیں (بیٹی، پوتی، حقیقی بہن اور باپ شریک بہن) ہیں جو بحیثیت ذوی الفروض ہونے کے نصف یا دو تہائی کی مستحق ہوتی ہیں، لیکن اپنے بھائیوں کے ساتھ ہو کر عصبات میں داخل ہو جاتی ہیں اور مذکر عصبہ کی بہ نسبت آدھے کی مستحق ہوتی ہیں۔

٦۔ **عصبہ مع غیرہ:** وہ وارث عورت ہے جو دوسری وارث عورت کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جاتی ہے، عصبات کی اس صنف میں صرف دو عورتیں حقیقی اور علاتی بہن داخل ہیں جو بیٹی اور پوتی کے ساتھ عصبہ بنتی ہیں۔

٦۔ **عصبہ سببیہ:** اس سے مولی العتاقہ یعنی غلام کو آزاد کرنے والا مراد ہے۔ سبب سے مراد تعلق ہے ، معتق یعنی آزاد کرنے والے کا غلام سے نسبی رشتہ نہیں ہوتا مگر آزاد کرنے کا تعلق ہوتا ہے۔ اگر میت کو آزاد کرنے والا فوت ہو گیا ہو تو ترکہ اس کے عصبہ بنفسہ یعنی اس کے بیٹے، باپ، بھتیجے اور چچا اور چچازادوں کو ملے گا۔ اگر یہ بھی نہ ہوں تو اگر آزاد کرنے والا کسی کا غلام تھا تو اس آزاد کرنے والے آقا کو ملے گا۔

۷۔ **ذوی الارحام:** میت کے وہ رشتہ دار جو نہ اصحابِ فروض ہوں اور نہ ہی عصبہ ہوں۔